عربی زبان اور خوشحال مسلمان

از مولانا عبدالرؤف خاں صاحب رحمانی نائب ناظم مدرسہ سراج العلوم ضلع لبتی

(۳)

عربی کے ساتھ انگریزی زبان کی مذہبی اعتبار سے ضرورت

اب اس مقام پر یہ بھی غور کرتے چلئے کہ اگر یہ طریقہ بالکل غلط اور بدترین ہے کہ مسلمان بچوں کو صرف انگریزی ماحول میں ڈال دیا جاوے اور ان کی دماغی اور ذہنی حالت غیر اسلامی کردی جاوے اور ان کی ذہنیت ساختہ فرنگیاں ہوکر رہ جاوے تو آیا کسی درجہ میں انگریزی زبان کی اجازت ملے گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسلامی علوم میں ذہن کو پختہ کردینے اور اصول و اخلاق کو پورے طور پر مستحضر کردینے کے بعد ان کو زبان انگریزی کی بھی تعلیم دی جاوے تاکہ اس لاذہنیت کی فضا میں بالکل ہی مسموم نہ ہوسکیں اور اپنے عقائدِ اسلامی کے خلاف دل میں کوئی نفرت پیدا نہ کرسکیں۔ اس نیت سے ہم انگریزی زبان کو سیکھنا مستحسن سمجھتے ہیں۔ کہ ان سے یورپ کے مغالطہ آمیز لٹریچر مذہبی کے سمجھنے کی قابلیت پیدا ہوگی۔ اور آدمی ان کے ابلہ فریب تہذیب و تمدن کے نقشہ کا علم رکھ سکے گا۔ اور اسی طرح غلط نظریات کا شکار ہونے سے محفوظ بھی رہ سکے گا اور دونوں زبانوں سے حقیقت آشنا ہونے کے بعد وہ مجمع البحرین ہوگا اور اسلام کے لئے بڑے کام کا شخص ہوگا۔ غرض ہمارے نزدیک انگریزی پڑھنا ایک ثانوی زبان کی حیثیت سے جائز ہے۔ اولین فرض ہر مسلمان کا یہ ہے کہ اپنے بچہ کو علوم عربیہ مسائل شرعیہ کو اہتمام اور پورے درس و تمرین کے ساتھ پڑھائے۔ اس کے بعد مذہبی نقطۂ نظر سے اور اسلامی خدمت میں حصہ لینے کی غرض سے یورپ کی دجالیت اور ابلہ فریبی اور مغالطہ آمیز تلبیسات سے اور ان کے دامِ تزویر سے بچانے کے لئے اس زبان کا سیکھنا بے شک ایک مرتبۂ عظیمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اہلِ دولت صاحبانِ ثروت میں یہ بلند حوصلہ پیدا فرمائے وہ انگریزی پڑھانے کا ایک بڑا مقصد بھی سامنے رکھیں۔ انما الاعمال بالنیات۔

عربی کے ساتھ انگریزی فنون کی ضرورت دنیوی اعتبار سے

بنگال و آسام ریلوے کے ایک اے۔ سی۔ ڈی۔ او صاحب ہیں۔ انھوں نے اپنے مکتوب گرامی میں لکھا ہے کہ میں عربی تعلیم کو اور مروجہ نصاب کو غیر مفید پاتا ہوں۔ میں مسلمانوں کے لئے

ایسے عربی مدرسوں کو ضروری سمجھتا ہوں جن میں علوم حاضرہ کے ساتھ ہی ساتھ علوم شرعیہ کی تعلیم ہو۔ تاکہ صحیح معنی میں مسلمان انجنیئر، مسلمان ڈاکٹر، مسلمان وکیل، مسلمان جج پیدا ہوں۔

الجواب

میرے محترم کی یہ اسکیم بے شک مفید ہے اور تجویز یقیناً معقول ہے۔ مگر مضمون عربی مدارس کا یہ ہے کہ جامہ ندارم، دامن از کجا آرم۔ یہاں تو عربی درسگاہوں میں اتنی سکت نہیں ہوتی کہ وہ اپنے اندر سے فارغ ہو لیں کہ دنیوی پہلو پر کوئی خاص توجہ دے سکیں۔ ہو سکتا ہے کہ عربی کی کسی اعلیٰ درسگاہ میں انگریزی زبان کے مختلف شعبوں کو پہلو بہ پہلو رکھ دیا جاوے۔ جن میں میڈیکل کالج کا ایک شعبہ ہو۔ وہاں کا طالب علم عربی علوم کے ساتھ ساتھ طبی ڈاکٹری قوانین کا پورا ماہر ہو کر مسلمان ڈاکٹر بن سکے۔ اسی طرح قانون کا ایک شعبہ رہے جہاں سے عربی دانی کے ساتھ ساتھ مسلمان وکیل یا جج بن سکیں۔ اسی طرح فن انجنیئری اور عربی مخلوط تعلیم کے ساتھ مسلمان انجنیئر ہو سکیں بے شک صنعتی تعلیم کا یہ کورس اس قدر ضرور مفید ہوگا کہ اس عربک کالج کا ڈاکٹر یا انجنیئر محض ڈاکٹر محض انجنیئر نہیں ہوگا۔ بلکہ اسلامی زاویہ نگاہ کو جذب کرنے کے سبب اور دیندارانہ فضا اور اسلامی ذہنیت میں نشو و نما پانے کے سبب ایک پختہ مسلمان ڈاکٹر ہوگا۔ جو صرف حق پر راضی اور فقط حق کا طالب ہوگا۔ پس اگر ایسے پختہ کار آدمی موجودہ عہدوں کو سنبھال لیں تو خلق خدا کو بڑا ہی نفع ہو۔ اور دنیا بڑی مصیبتوں سے نجات پا جائے۔ ضرورت ہے کہ کوئی ایسا کالج کھولا جائے جس میں عربی و شرعی علوم کو اصل قرار دے کر صنعتی و فنی تعلیم کے شعبوں کو فروغ کے درجہ پر رکھا جاوے۔

صنعتی تعلیم

بہر حال انگریزی سلطنت و اقتدار کے اس زمانہ میں جبکہ علم و فن کی زبان بھی انگریزی ہو گئی ہے، ڈاکٹری، انجنیئری کی تعلیم، زراعتی و دیگر صنعتی علوم کی تحصیل کے لئے ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ انگریزی زبان کو حاصل کیا جاوے۔ اور اسی طرح سیاسی معلومات کے لئے بھی انگریزی دانی کی ضرورت ہے، کیونکہ حکومت کی تمام کارروائیاں اور اس کی تمام پالیساں انگریزی میں منتقل ہو گئی ہیں۔ اس لئے سیاسی ضرورتوں کے پیش نظر بھی ضرورت ہے کہ دین و عقیدہ کے پختہ لوگ انگریزی تعلیم اور نہایت اعلیٰ تعلیم کو حاصل کریں۔ خواہ تعداد میں ایسے پختہ کار لوگ کتنے ہی کم ہوں مگر اعلیٰ پایہ کے تعلیم یافتہ ہوں اور بمنزلہ آسمان کے تاروں کے ہوں جو وقت کی سیاست کو اور ملک کے مطالبات و مقتضیات کو سمجھ کر کونسلوں میں اسلام کی صحیح ترجمانی اور قوم کی صحیح سیاسی رہنمائی بھی کر سکیں۔ مولانا محمد علی رح اور ڈاکٹر اقبال رح جیسے انقلابی و اصلاحی مجاہد اشخاص پیدا ہوں۔ مگر کسی

سیاسی قیادت کا منزل مقصود وہ لیڈر متعین نہیں کرسکتا جو کسی یورپین یا روسی اشتراکی اصول کا پابند اور اسلامی ضوابط وکلیات سے آزاد ہو رہا ہو۔ اس لئے ہم اصولِ اسلام سے علم وشغف کی قید کو انگریزی تعلیم کے لئے ضروری ترین حصہ سمجھتے ہیں۔ تاکہ اس طرح ہر منصب پر دیندار انگریزی خوان نظر آنے لگیں۔ اور عوام پر ان کی دینداری کا اثر پڑے جیساکہ اسوقت غلط اور غیر دیندارانہ تعلیم سے بیدینی کا اثر پڑ رہا ہے۔ اگرچہ سیاسی واقفیت کے لئے کچھ انگریزی دانی شرط نہیں۔ سرسید کا دماغ اپنے وقت میں بڑا سیاسی دماغ تھا۔ مگر سرسید انگریزی دان نہ تھے۔ کتاب اسبابِ بغاوت ہند لکھ کر سیاستِ وقت کا مقابلہ اس عمدہ طریقہ سے آپ نے کیا کہ وہ اپنی نظیر آپ ہے۔

مگر آج افسوس کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کا رجحان انگریزی سے صرف ملازم گردی کی خواہش ہے۔ اگر صنعتی تعلیم کی طرف ان کی توجہ ہوتی اور اس میں ترقی کرتے تو کیا خوب ہوتا۔ انگریزی قوانین اور قواعد کو سمجھ کر ملک وقوم کی صحیح رہنمائی کا جذبہ ہوتا تو کیا خوب ہوتا۔ مگر اب بجز ملازمت کے اور کوئی خاص خیال عام طور پر پایا نہیں جاتا۔ یہ سب پر روشن ہے۔ گاندھی جی، جواہر لال نہرو، مالوی وغیرہ نے انگریزی پڑھ کر گورنمنٹ کی ملازمت کا جذبہ دل میں نہیں رکھا۔ آپ کے محمد علی رحمۃ اللہ علیہ اور اقبال رح اور حیدرآباد کے بزرگ بہادر یار خاں وقت کی سیاست کیا خوب سمجھتے تھے۔ مگر کیا ان کے انگریزی دانی کا مقصد یہ تھا کہ کوئی شاہی ملازمت حاصل کی جاوے۔ حاشا وکلاّ۔

ہم خوش حال مسلمانوں سے اسی اچھے خیال کی امید رکھتے ہیں اور سرکاری مدارس کے لازمی نتائجِ لامذہبی اور بداعتقادی سے عزیز طلبہ کی ذہنیت کو محفوظ رکھنے کی اپیل کرتے ہیں۔

بہر حال ہم تو ایسے خوشحال مسلمانوں کے حال پر افسوس کرتے ہیں کہ جن کا مطمح نظر صرف دنیوی اعزاز وجاہ کی تحصیل رہ گیا ہے۔ اگر دنیوی اعزاز طلبی کے ساتھ دین کا سودا آپ کو مطلوب نہیں ہے تو مجھے خوف ہے کہ ہمارے امراء اس حدیث کے مصداق نہ ہوں جو صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے اس طرح مروی ہے کہ دنیا میں بہت لوگ کھانے پینے سے فربہ ہیں مگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی مچھر کے پر کی برابر بھی قدر ومنزلت نہ ہوگی۔ پس جو لوگ دنیا میں کھاتے پیتے اور عزت سے بسر کرتے ہیں۔ مگر عاقبت کی طرف سے غافل ہیں۔ ان کی دنیوی عزت ان کے کچھ کام نہ آوے گی۔

خالص انگریزی تعلیم کی لامذہبیت

میرے خیال میں صرف انگریزی تعلیم اثمهما اکبر من نفعهما کی مصداق ہے یعنی اس کا اخروی گناہ ان کے دنیوی

اور مادی منفعت سے کہیں زیادہ بڑھا ہوا ہے۔ چنانچہ یہ بالکل ظاہر ہے کہ ایک مسلمان اور عامل قرآن کے نزدیک دنیا سے بھی قیمتی ایک شئی ہے جس کا نام دین ہے۔ خدا پرستی، مذہبیت اسی دین قیم کا قیام اور اس پر عملدر آمد کا اہتمام اس لئے ضروری ہوا کہ یہ بمنزلہ روح جسم کے لئے۔ جسم بے روح لاشئی ہے۔ اسی طرح مسلمان کے نزدیک اگر تمام دنیا دین کے عوض مل جائے تو کچھ نہیں۔ لیکن اب اس انگریزی تعلیم کا اثر کیا ہے۔ مسلمان ماں باپ انصاف سے اور خدا لگتی عینک سے دیکھیں کہ مذہبیت کی کوئی جھلک اور خدا پرستی سے کوئی لگاؤ نظر آتا ہے۔ مسٹر ہنٹر جو ڈبلو ڈبلو۔ ایل ایل۔ ڈی۔ آئی سی ایس کا خطاب پائے ہوئے ہیں۔ تحریک وہابیت سے متعلق اپنی کتاب میں ایک جگہ سرکاری تعلیم سے طلبہ کی بددینی پر دستخط کر چکے ہیں۔ اور بے دھڑک لکھتے ہیں کہ ہمارے سرکاری اسکولوں کالجوں سے کوئی نوجوان ہندو ہو یا مسلمان بے دینی سے بچ نہیں سکتا۔ بلکہ آباؤ اجداد کے مذہب سے بھی انکار کر سکتا ہے۔ ص۲۰۲ بحوالہ صدق ۱۵ر جنوری ۴۵ء مسلمانوں کا روشن مستقبل نامی کتاب اٹھایئے۔ اس میں بھی تاریخی حوالہ جات کے ساتھ اس امر کو متعین کیا گیا کہ لارڈ میکالے کا مقصد انگریزی تعلیم کے اجراء سے صرف یہ تھا کہ ہماری اس تعلیم کے مروج ہو جانے سے مذہب عیسوی خوب نشوونما پائے گا۔ چنانچہ سرکاری کالجوں کا اثر مذہب پر براہ راست اتنا کافی پڑا جو بقول لارڈ میکالے خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی رہ گئے مگر مذاق اور فہم وطریق فکر کے اعتبار سے یکسر انگریز ہوئے (مسلمانوں کا روشن مستقبل ص۱۲۷)۔ ایک اور انگریز نے کہا کہ بلاشبہ سب سے اہم فائدہ جو لوگوں کو ہماری زبان کے ذریعہ سے ملے گا۔ وہ ہمارے مذہب کی معلومات ہوگی ص۱۳۰۔

اقبال رحمہ اللہ نے کیا سچ فرمایا ؎

گلا تو گھونٹ دیا کالجوں نے ترا — کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللہ

اور روٹی کے لحاظ سے بھی تن پروری کا یہ خیال غلط ہے۔ معمولی معمولی اسامیوں کے خالی ہونے پر ہزاروں درخواستیں ایم۔ اے، بی۔ اے والوں تک کی پہنچتی ہیں۔ اکبر رحمہ اللہ نے اس پر جو کچھ لکھا تھا وہ آج بھی تازہ ہے۔ ؎

کالج سے آرہی ہے صدا پاس پاس کی — عہدوں سے آرہی ہے صدا دور دور کی

بہر حال اسلامیت اور مذہبیت تو الگ رہی۔ اسلام پرست غازی، ڈاڑھی والے حاجی، شرعی لباس کا اہتمام رکھنے والے مولوی، اسلامی امور کے مفتی سب ہی ان کے لئے مضحکہ کی چیز بنے ہوئے ہیں سب پر ان کی ہنسی اڑتی ہے۔

غرض قیمتی چیز دین کی قربانی دے کر اگر کوئی مادی چیز معاوضہ میں مل بھی گئی تو کیا ہوا حسب ارشاد قرآن کریم اتستبدلون الذی ھو ادنیٰ بالذی ھو خیر یعنی خیر اور اعلیٰ چیز دے کر تم ادنیٰ اور کمتر بن شے اس کے بدلہ میں کس طرح لیتے ہو۔ اکبر نے کیا خوب کہا ہے ؎

ترقی پاتے ہیں لڑکے ہمارے نور دیں کھو کر ؎ غضب یہ ہے کہ بجھ جاتے ہیں تب جا کر چمکتے ہیں

یعنی اس علم میں حرارت دینی، عقائد اسلامی۔ اعمال شرعی کی روشنی گل ہو جاتی ہے۔ بس ایک مسلمان کا لڑکا اگر انگریزی علوم سے واقف اور اچھا خاصہ جنٹلمین ہے۔ صورت پرستی، اداکاری کی دنیا میں اُسے خوب بار یابی حاصل ہے۔ لباس کے سنگار میں مہارت حاصل، زلف آرائی، ہیٹ پتلون کی سجاوٹ رکھتا ہے۔ صاحب خانہ، کلبوں اور پارٹیوں میں اس کی آؤ بھگت ہوتی ہے۔ اور بالفرض کسی عہدہ پر فائز ہو کر دنیا بھی کمانے لگا تو کیا ہوا۔ اگر اس کے ساتھ دینداری عنقا ہو گئی جو اصل چیز اور قیمتی متاع تھی۔ اکبر نے سچ لکھا ہے ؎

نہ نماز ہے نہ روزہ نہ زکوٰۃ ہے نہ حج تو خوشی ہو اس کی کیسے کوئی سب زچ ہے کوئی حج

(باقی)

پہلی جلد ختم

الحمد للہ کہ محدث اپنے سفر کی ایک منزل طے کر چکا یعنی اس کی پہلی جلد کا یہ آخری نمبر ہے۔ اب آئندہ ماہ اپریل سے اس کی دوسری جلد شروع ہو گی۔ جو صاحب اپریل ۴۶ء سے اس کے خریدار بنے ہیں ان کا سالانہ چندہ اسی نمبر پر ختم ہو جاتا ہے۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ "محدث" برابر ان کے پاس پہنچتا رہے تو وہ فوراً ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر منیجر کے نام بھیج دیں۔ اگر ان کا چندہ نہیں آئے گا۔ تو رسالہ اُن کے نام بھیجنا بند کر دیا جائے گا۔

کوئی صاحب وی، پی پہنچنے کا انتظار نہ کریں، اور نہ وی، پی بھیجنے کا ہم سے مطالبہ کریں، ہم نے وی، پی بھیجنے کا اپنے ہاں قاعدہ ہی نہیں رکھا ہے۔ لہٰذا جس کو خریداری منظور ہو وہ چندہ (ایک روپیہ) بذریعہ منی آرڈر بھیجے۔ اور منی آرڈر کے نیچے (کوپن پر) اپنا پورا پتہ صاف صاف یا نمبر خریداری ضرور لکھے ـــ بعض لوگ اکہرا خط لکھ کر جواب کا انتظار کرتے ہیں اور جب جواب نہیں پہنچتا تو پھر شکایت لکھتے ہیں۔ حالانکہ جواب طلب باتوں کے لئے جوابی پوسٹ کارڈ آنا ضروری ہے۔ اکہرے خطوط کے جواب کے ہم ذمہ دار نہیں۔ (منیجر)

جناب شیخ حاجی عبد الوہاب صاحب پرنٹر و پبلشر و ایڈیٹر نے جید برقی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع کیا